ان طاقتوں کے بل بوتے پر انسان خود اپنے لئے ایک صحیح اور معتدل و متوازن طریقِ زندگی نہیں بنا سکتا۔ وہ اس بات کا محتاج ہے کہ اس کا خالق اسے قانونِ زندگی کے بنیادی اصول دے، سعی و عمل کے حدود بتائے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ان مابعد الطبیعیاتی حقائق کا ضروری علم دے جن کی واقفیت کے بغیر ایک صحیح طریقِ زندگی تجویز کرنا انسان کے لئے ممکن نہیں ہے۔ انفرادیت اور اجتماعیت کے درمیان زیادہ سے زیادہ جو توازن ممکن ہے اور افراد کی خودی کی تکمیل کے مواقع باقی رکھتے ہوئے زیادہ سے زیادہ مستحکم جو اجتماعی نظام بنایا جا سکتا ہے وہ وہی ہے جس کے اصول اور حدود اور ضروری فروع کی طرف اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ سے ہماری رہنمائی کی ہے۔

قرآن مجید کی جن دو آیتوں کا آپ نے حوالہ دیا ہے ان کی تفسیر بھی میرے اوپر کے بیان سے اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے۔ بلکہ بات اور زیادہ کھل جائے اگر آپ لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم کے بعد یہ بھی پڑھیں کہ ثم رددنٰہ اسفل سافلین الا الذین اٰمنوا وعملوا الصٰلحٰت۔ (ا م)

سوالات متعلقہ "تفہیم القرآن"

سوال:

مندرجہ ذیل استفسارات پر روشنی ڈالیں:۔

۱۔ آپ نے تفہیم القرآن میں ایک جگہ اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ طوفانِ نوحؑ عام نہیں تھا۔ لیکن ظاہری قرائن اس بات کے خلاف ہیں۔ اول، کشتی کس لئے بنائی گئی تھی؟ کیوں نہ حضرت نوحؑ کو ہجرت کرنے کا حکم دیا گیا؟ دوم کشتی میں حیوانات میں سے ایک ایک جوڑا لینا بھی اس بات کا مؤید ہے کہ طوفان نہایت عام تھا۔ حضرت نوحؑ کی بددعا میں بھی اس عمومیت کی طرف ایک ہلکا سا اشارہ ہو کر رب لا تذر علی الارض من الکافرین دیارا۔

۲۔ ثانیاً آپ نے خیال ظاہر کیا ہے کہ دنیا کی موجودہ انسانی نسل ان سب لوگوں کی ہے جو کہ حضرت نوحؑ کے ساتھ کشتی میں سوار تھے۔ آپ نے ذریۃ من حملنا مع نوح سے اس کی دلیل اخذ کی ہے لیکن یہ صحیح نہیں، کیونکہ نوح کے ساتھ ان کے تین بیٹے بھی کشتی میں سوار تھے۔ ظاہر ہے کہ اس جگہ من حملنا مع نوح سے مراد حضرت نوحؑ کے بیٹے ہیں نہ کہ کچھ اور لوگ۔ دوسری جگہ اس کی تفسیر خود قرآن کے یہ الفاظ کرتے ہیں کہ وجعلنا ذریتہ ھم الباقین۔ کتنے کامل حصر کے الفاظ ہیں!

۳۔ سورۂ یوسف کی تفسیر میں جناب نے لکھا ہے کہ زلیخا کو حضرت یوسفؑ نے نکاح میں نہیں لیا، کیونکہ قرآن کریم سے اس عورت کا بدچلن ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ لیکن کیا حضرت لوطؑ اور حضرت نوحؑ کی ازواج کافرہ نہ تھیں؟ اگر تھیں تو کفر کیا بدچلنی سے زیادہ شدید نہیں ہے؟ علاوہ بریں حضرت یوسفؑ کے قصے میں یہ بیان کیا جاتا ہے کہ عقدِ نکاح کے وقت تک زلیخا مسلمان ہو چکی تھیں اور سابقہ بدچلنی سے تائب ہو گئی تھیں۔

جواب:

(۱) میں قطعیت کے ساتھ تو یہ نہیں کہہ سکتا کہ طوفانِ نوحؑ عالمگیر نہ تھا۔ لیکن میرا اندازہ تاریخ و آثارِ قدیمہ کے مطالعہ کی بنا پر یہ ہے کہ طوفان صرف اس علاقے میں آیا تھا جہاں قوم نوحؑ آباد تھی۔ قرآن مجید سے اس کے خلاف یا موافق کوئی صریح بات نہیں ملتی۔

آپ کا یہ معارضہ کہ کشتی بنانے کا حکم کیوں دیا گیا؟ ہجرت کا حکم کیوں نہ دیا گیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس وقت تک نسلِ آدم تمام روئے زمین پر نہ پھیلی تھی۔ آباد دنیا اتنی ہی تھی جس میں قوم نوحؑ آباد تھی۔ یہی آپ کے دوسرے معارضات کا بھی جواب ہے۔

(۲) حضرت نوحؑ کے متعلق یہ بات قرآن مجید سے ثابت ہے کہ ان پر ایمان لانے والے صرف ان کے گھر کے لوگ ہی نہ تھے بلکہ ان کی قوم کے دوسرے لوگ بھی تھے، اگرچہ تھوڑے سے تھے۔ نیز یہ کہ کشتی میں یہ سب اہلِ ایمان سوار کئے گئے تھے۔ سورۂ ہود میں ہے: قلنا احمل فیہا من کل

زوجین اثنین واھلک الا من سبق علیہ القول ومن اٰمن وما اٰمن معہ الا قلیل۔ ان لوگوں کے بارے میں یہ کہیں بھی نہیں کہا گیا کہ ان سب کی نسل ناپید ہوگئی۔ اس کے برعکس قرآن مجید دو جگہ تصریح کرتا ہے کہ بعد کی نسلیں انھیں لوگوں کی اولاد تھیں جو حضرت نوح کے ساتھ کشتی پر سوار کیے گئے تھے۔ سورۂ بنی اسرائیل میں فرمایا: ذریۃ من حملنا مع نوح۔ اور سورۂ مریم میں فرمایا: من النبیین من ذریۃ اٰدم وممن حملنا مع نوح۔ اس کے جواب میں آپ کا یہ ارشاد کہ سورۂ صٰفّٰت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وجعلنا ذریتہ ھم الباقین۔ اور یہ حصر پر دلالت کرتا ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں مقصود یہ ظاہر کرنا نہیں ہے کہ صرف حضرت نوحؑ کی اولاد ہی باقی رہی بلکہ یہ ظاہر کرنا ہے کہ جن لوگوں نے حضرت نوحؑ کو کربِ عظیم میں مبتلا کیا تھا وہ مٹ گئے اور باقی اُس شخص کی ذریت ہی رہی جس کو وہ مٹا دینا چاہتے تھے۔

(۳) زلیخا سے حضرت یوسفؑ کے نکاح کا کوئی ثبوت نہ قرآن میں ہے، نہ کسی حدیثِ صحیح میں اور نہ بنی اسرائیل کی معتبر روایات میں۔ نیز قرآن سے اس عورت کی توبہ کا بھی ثبوت نہیں ملتا۔ پھر خواہ مخواہ اس قصے کی صحت پر اصرار کی کیا ضرورت ہے؟ جس بدچلنی کا ارتکاب امرأۃ عزیز سے ہوا تھا حضرت لوط کی بیوی کے متعلق اس طرح کی کسی بدچلنی کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ رہا آپ کا یہ ارشاد کہ کفر سے زیادہ بدچلنی اور کیا ہو سکتی ہے، تو آپ خود غور کریں گے تو آپ کو اس کی کمزوری معلوم ہو جائے گی۔ زنا اور اس کے مقدمات ایک ایسی بدچلنی ہیں۔ جو بالاتفاق تمام عالم انسانی میں قبائح اور رذائل میں سے شمار ہوتی ہے۔ اس سے ملوّث ہونا اور بات ہے اور کفر و شرک میں مبتلا ہونا اور بات۔ انبیاء علیہم السلام کے آباء واجداد اور بعض کے اہلِ بیت تک کفر و شرک میں مبتلا رہے ہیں، مگر بے عصمتی میں مبتلا نہیں رہے۔ اعتقادی حیثیت سے کفر و شرک خواہ کتنے ہی اشد ہوں مگر اخلاقی حیثیت سے بے عصمتی بہت زیادہ پست اور ذلیل چیز ہے جسے کفار و مشرکین تک بھی ذلت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

(ا - م)